اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے مقرر کردہ

# ذبیحہ حلال ہے


تالیف

علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ

تقدیم

حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرّہٗ

محشی

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قدس سرّہٗ

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ



ناشر

**جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)**

نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی، فون: 2439799



| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | ذبیحہ حلال ہے |
| مؤلف | : | علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ |
| محشی | : | حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی قدس سرہ<br>حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ |
| تقدیم | : | حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی قدس سرہ |
| سن اشاعت | : | رجب ۱۴۲۹ھ۔ جولائی ۲۰۰۸ء |
| تعداد اشاعت | : | ۲۸۰۰ |
| ناشر | : | جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) |

نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔


Ishaate Islam

# پیشِ لفظ

نحمدہ و نصلّی و نسلّم علی رسولہ الکریم و علی الہ و اصحابہ اجمعین

اسلام کے نام پر مسلمانوں میں غلط عقائد کا رواج، فاسد نظریات کا پرچار تو قدیم سے جاری ہے مگر سرزمین ہندوپاک میں ایک مخصوص گروہ ایک لمبے عرصے سے اہلِ حق کے بعض معمولات کو شرک بتانے اور بعض کو بدعت قرار دینے میں مصروفِ عمل ہے، اور حلال کو حرام قرار دینا اُن کا شوق ہے۔ اُن میں سے ایک مسئلہ اس جانور کا بھی ہے کہ جسے لوگ کسی بزرگ کے ایصالِ ثواب کے لئے خریدتے یا پالتے ہیں اور وہ گروہ اس جانور کو حرام قرار دیتا ہے اور قرآن کریم کی آیت ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کی غلط تفسیر و تشریح کر کے اسے تحریم کی دلیل کے طور پیش کرتا ہے اس کے جواب میں علماء حقہ کے متعدد تصانیف موجود ہیں جن میں سے چند کا ذکر حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ نے تقدیم میں اور مَیں نے حواشی میں کیا ہے۔ ان میں سے ایک رسالہ ''ذبیحہ حلال ہے'' کے نام سے ایک عرصہ قبل لاہور سے شائع ہوا جس میں ایک تقدیم اور دو فتاویٰ اور علامہ محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمہ کے تحریر کردہ حواشی تھے، جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان اپنے سلسلہ مفت اشاعت میں ان میں صرف ایک فتویٰ بمعہ تقدیم وحواشی اور مزید چند حواشی کے ساتھ شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے ہم سب کے لئے ذریعۂ نجات بنادے۔

فقط

محمد عطاء اللہ نعیمی عفی عنہ



# تقدیم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

عامۃ المسلمین میں سے بعض لوگ بزرگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے جانور پالتے ہیں تاکہ ختم شریف کے موقع پر اُسے ذبح کیا جائے، پوچھنے پر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں بزرگ کے نام کا جانور ہے، غیر مقلدین اور دیوبندی مکتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ جانور حرام ہوگیا اور حرام بھی ایسا کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا۔ علماءِ اہلسنّت کا موقف یہ ہے کہ جب ایک مسلمان اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتا ہے اور اسی کے لئے جانور کا خون بہاتا ہے اور اسی کی رضا کے لئے گوشت پکا کر بندگانِ خدا کو کھلاتا ہے اور اس سارے عمل کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اُسے حرام قرار دیا جائے۔

اس مسئلے پر اس وقت چند رسائل راقم کے پیشِ نظر ہیں جن میں اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے:

۱۔ سُبُلُ الْاَصْفِیَاءِ فِیْ حُکْمِ الذَّبِیْحِ لِلْاَوْلِیَاءِ (۱۳۱۲ھ) تصنیف امام احمد رضا بریلوی، مطبوعہ نورانی بکڈپو، جمشید پور، انڈیا (۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء)

۲۔ قلمی فتویٰ: از علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری

اس کا مختصر سا تعارف آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ اِعْلَاءُ کَلِمَةِ اللّٰهِ فِیْ بَیَانِ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ از حضرت مہر ولایت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی، شائع کردہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف (۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)

۴۔ تَصْرِیْحُ الْمَقَالِ فِیْ حَلِّ اَمْرِ الْاِهْلَالِ از غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی، انجمن کتب خانہ، ملتان (۱۹۵۸ء) (۱)

مخالفین اپنی تائید میں "تفسیر عزیزی" کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے آیت مبارکہ ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کی تفسیر میں وہی کچھ کہا ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اس سلسلے میں چند اُمور قابل توجہ ہیں:

(۱) تمام مستند مفسّرین نے اس آیت کا یہی مطلب بیان کیا ہے کہ جس جانور کو ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے بھی اس آیت کا یہی ترجمہ کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ (۲)

اس کا ترجمہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی نے اس طرح کیا ہے:

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح دے بغیر خدا (۳)

اور وہ جانور جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا جائے۔

اسی طرح سورۂ مائدہ آیت ۳ اور سورۂ نحل آیت ۱۱۵ کا بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے جب آیت کریمہ کا یہ ترجمہ ہے تو یہ فتویٰ کسی طرح درست نہیں ہو سکتا کہ جس جانور کی نسبت کسی بزرگ کی طرف کر دی گئی ہو تو وہ حرام ہے اگرچہ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ہی

۱۔ ان چار رسائل کے علاوہ احقر کے دادا استاد مفتی اعظم سندھ حضرت مفتی محمد عبداللہ نعیمی علیہ الرحمہ کا اسی موضوع پر چالیس صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی رسالہ "زَوَالُ الْاِشْتِبَاهِ فِیْ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ" المعروف "تفسیر مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ" کے نام سے ہے جو حضرت علیہ الرحمہ کے فرزند اکبر حضرت مولانا غلام محمد نعیمی علیہ الرحمہ نے ۱۹۸۷ء میں مکتبہ مجددیہ نعیمیہ، ملیر، کراچی سے شائع کیا۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۔ البقرہ: ۲/ ۱۷۳

۳۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن



نام لیا جائے۔

(۲) شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی، صاحب تفسیر مُجدّدی معروف بہ تفسیر رؤفی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ (۴)

اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی کے شاگرد تھے، انہوں نے تفسیر عزیزی کی اس عبارت ہی کو الحاقی قرار دیا ہے، اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، مخالفین، حق و صداقت کو چھپانے اور اپنے باطل عقائد کو فروغ دینے کے لئے ایسی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی (کراچی) لکھتے ہیں:

شاہ (ولی اللہ) صاحب کے ساتھ تو ابتداء ہی سے یہ معاملہ روا رکھا گیا ہے، ان کی کئی کتابوں (تاویل الاحادیث، ہمعات، عقد الجید وغیرہ) میں حذف و الحاق کیا گیا، اس کے علاوہ ان کی طرف بہ جبیل غلط مستقل چھ کتابیں منسوب کر دی گئیں۔ (۱) قرۃ العین فی ابطال شہادۃ الحسین، (۲) جنۃ العالیہ فی مناقب المعاویہ، (۳) البلاغ المبین، (۴) تحفۃ الموحدین، (۵) اشارۂ مستمرہ، (۶) قول سدید۔ شاہ صاحب کے اخلاف کے ساتھ بھی یہی معاملہ کیا گیا، شاہ عبدالعزیز کی کتاب تحفہ اثناء عشریہ کے طبع ہوتے ہی اس میں الحاقات کئے گئے جو شاہ صاحب کے مسلک سے متضاد تھے، شاہ صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان سے برأت ظاہر کی اور اسے الحاق قرار دیا۔ (۵)

القول الجلی، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کی مستند اور مصدّق سوانح حیات ہے عرصۂ دراز تک اسے پردۂ خفا میں رکھا گیا اور اسے شائع کرنے سے گریز کیا گیا، کیونکہ پروپیگنڈے اور خود ساختہ تاریخ کی بنیاد پر شاہ صاحب کو جس مسلک کا نمائندہ بنا کر پیش

۴۔ انہوں نے اپنا شجرۂ نسب اس طرح بیان کیا ہے: رؤف احمد بن شعور احمد بن محمد شرف بن رضی الدین بن زین العابدین بن محمد یحییٰ بن مجدد الف ثانی۔ تفسیر رؤفی، ج ۱ ص ۴

۵۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۵، ۳۶

کیا گیا تھا یہ کتاب اس کی نفی کرتی تھی لیکن حق بھی کبھی چھپانے سے چھپا ہے وہ تو کسی نہ کسی وقت ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔ حکیم سید محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں:

اب تک ہمارے ذہن میں شاہ صاحب کی جو تصویر تھی وہ اس تصویر سے بہت مختلف ہے جو القول الجلی کے آئینے میں نظر آتی ہے اور اب تک ہم شاہ صاحب کو جس مسلک فقہی کا ترجمان اور داعی سمجھتے تھے، یہ تحریریں اس سے مختلف ہیں۔ (۶)

اب اصل مطلب کی طرف آئیے، شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی فرماتے ہیں:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾

اور جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا۔

معلوم ہووے کہ اکثر لوگوں کو اس آیت کے معنی میں مُفسِدوں کے بہکانے میں شک پڑتا ہے، سو ہم یہاں اس کی تفصیل احقاق الحق (کتاب کا نام ۱۲ ق ن) میں سے کئی تفسیروں کی عبارت کے ترجمہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے ''جلالین''، ''تفسیر حسینی''، ''تفسیر بیضاوی''، ''کشاف''، ''مدارک''، ''تفسیر جامع البیان''، ''تفسیر دُرِّ منثور''، ''معالم التنزیل'' اور ''تفسیر احمدی'' کی عبارتیں ترجمہ سمیت نقل کی ہیں، ان تمام تفسیروں میں آیت مبارکہ کا وہی مطلب بیان کیا گیا جو شاہ رؤف احمد نے بیان کیا ہے اس کے بعد انہوں نے جو کچھ لکھا ہے توجہ اور چشم حیرت سے پڑھنے کے لائق ہے فرماتے ہیں:

''جاننا چاہئے کہ ''تفسیر فتح العزیز'' میں کسی عدو (دشمن) نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہو گئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے

۶۔ محمود احمد برکاتی، حکیم سید، القول الجلی کی بازیافت، رضا اکیڈمی، لاہور، ۱۹۹۱ء، ص ۳۴



کے واسطے بالکل نہیں ہوتا، سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے''۔

خود مولانا و مرشدنا حضرت شاہ عبد العزیز صاحب کبھی ایسا سب مفسرین کے خلاف نہ لکھیں گے، اور ان کے مُرشد اور استاد اور والد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب نے ''فوز الکبیر فی اصول التفسیر'' میں ﴿مَا اُهِلَّ﴾ کا معنی مَا ذُبِحَ لکھا ہے، یعنی ذبح کرتے وقت جس جانور پر بُت کا نام لیوے سو حرام ہے اور مردار کے جیسا ہے سو کیونکر حرام ہوتا ہے۔ بعضے نادان تو حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مولد شریف کی نیاز حضرت پیران پیر کی نیاز اور ہر ایک شہداء اولیاء کی نیاز فاتحہ کے کھانے کو بھی حرام کہتے ہیں اور یہ آیت دلیل لاتے ہیں کہ غیر خدا کا نام جس پر لیا گیا سو حرام ہے، واہ واہ! کیا عقل ہے ایسا کہتے ہیں اور پھر جا کر نیاز فاتحہ کا کھانا بھی کھاتے ہیں۔ (۷)

اب تو وہ بنیاد ہی ختم ہو گئی جس پر وسیع و عریض عمارت تعمیر کی گئی تھی۔

(۳) غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی نے ''تفسیر عزیزی'' اور ''فتاویٰ عزیزی'' کی داخلی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے نزدیک وہی جانور حرام ہے جس کے ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو محض کسی بزرگ کی نسبت کر دینے سے جانور حرام نہیں ہو جاتا۔ ذیل میں علامہ کاظمی کے رسالہ مبارکہ ''تَصْرِیْحُ الْمَقَالِ فِی حَلِّ اَمْرِ الْاِهْلَالِ'' سے اس بحث کا خلاصہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے ''تفسیر عزیزی'' میں انواع شرک کے تحت مشرکین کے چند فرقے شمار کئے ہیں، ان میں سے چوتھا فرقہ پیر پرستوں کا ہے، اس کے

۷۔ رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ، تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۳۰۵/ ۱۸۸۷ء) ج ۱ ص ۱۳۹،
نوٹ: تفسیر رؤفی دو جلدوں میں ہے اور اس کا قدیم نسخہ بیت القرآن، عقب عجائب گھر، لاہور میں موجود ہے ۱۲ اشرف
نوٹ دیگر: اور تفسیر رؤفی کی نقل جمعیت اشاعت اہلسنت کی لائبریری میں موجود ہے ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

متعلق محدث دہلوی نے فرمایا: چوتھا گروہ پیر پرست ہے، جب کوئی بزرگ کمالِ ریاضت اور مجاہدہ کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول دعاؤں اور مقبول شفاعت کرنے والا ہو کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی روح کو بڑی قوت و وسعت حاصل ہو جاتی ہے، جو شخص اس کے تصور کو واسطۂ فیض بنالے یا اس کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہ یا اس کی قبر پر سجدہ اور تذلّل تام کرے۔ (اس جگہ اصل عبارت یہ ہے)

یا در مکانِ نشست و برخاست او، یا بر گور او سجود و تذلیل تام نماید

تو اس بزرگ کی روح وسعت اور اطلاق کے سبب (خود بخود) اس پر مطلع ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دنیا اور آخرت میں شفاعت کرتی ہے۔(۸)

یہ گروہ واقعی مشرک تھا جو قبروں پر تذلّل تام کے ساتھ سجدہ کرتا تھا، علامہ شامی فرماتے ہیں:

اَلْعِبَادَةُ عِبَارَةٌ عَنِ الْخُضُوعِ وَ التَّذَلُّلِ (۹)

خضوع اور تذلّل (تام) کو عبادت کہتے ہیں۔

آج کل کے خوارج کی ستم ظریفی ہے کہ وہ اولیاء اللہ کے عقیدت مند اہل سنّت و جماعت کو پیر پرست قرار دے کر مشرک قرار دیتے ہیں، حالانکہ عامۃ المسلمین عبادت اور انتہائی تعظیم صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں کسی دوسرے کے لئے نہیں، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا روئے سخن اس گروہ مشرکین کی طرف ہے، ان کا طریقہ یہ تھا کہ جانور کی جان دینے کی نذر شیخ سدّو وغیرہ کے لئے مانتے اور اس کی تشہیر کرتے تھے، پھر اسی نیت کے تحت شیخ سدّو وغیرہ کے لئے خون بہانے کی نیت سے اسے ذبح کرتے تھے، ظاہر ہے کہ یہ ذبیحہ کسی طرح حلال نہیں ہو سکتا، کم فہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ حضرت شاہ صاحب نے محض کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنے کی بنا پر ان جانوروں کو

۸۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیر عزیزی، سورۃ البقرۃ (لال کنواں دہلی)، ص ۱۲۷

۹۔ ابن عابدین شامی، علامہ، ردّ المحتار (مصطفی البابی، مصر) جلد ۲، ص ۲۵۷



حرام قرار دیا ہے حالانکہ یہ قطعاً باطل ہے اور شاہ صاحب پر بہتان صریح ہے۔

شاہ صاحب نے ''تفسیر عزیزی'' میں اپنے مؤقف کی وضاحت کے لئے تین دلیلیں پیش کی ہیں:

**پہلی دلیل:** یہ حدیث ہے: مَلْعُوْنٌ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ معلون ہے جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ ذبح مذکور ہے۔

**دوسری دلیل:** دوسری دلیل عقلی ہے، اس میں یہ تصریح ہے ''و جانِ ایں جانور از اں غیر قرار دادہ کشتہ اند'' اس جانور کی جان غیر کی ملک قرار دے کر اس جانور کو ذبح کیا ہے، اس عبارت میں دو باتیں ہے: (۱) جانور کی جان غیر کے لئے مملوک قرار دی، (۲) اس کو ذبح کیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اس جانور میں اس لئے خبث پیدا ہوا کہ اسے غیر کے لئے ذبح کیا گیا ہے۔

**تیسری دلیل:** ''تفسیر نیشاپوری'' کی ایک عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کوئی جانور ذبح کیا اور اس کے ذبح سے غیر اللہ کا تقرب (بطور عبادت) مقصود ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے۔

اس عبارت میں بھی غیر اللہ کے تقرب کی نیت سے ذبح کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ شاہ صاحب محض کسی اللہ تعالیٰ کے بندے کے نسبت کے مشہور کر دینے کو حرمت کا سبب قرار نہیں دیتے بلکہ ان کے نزدیک غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے سے جانور حرام ہوتا ہے اور یہی تمام امّتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے۔

حضرت شاہ صاحب نے ﴿اُهِلَّ﴾ کا ترجمہ اگرچہ اصل لغت کے اعتبار سے یہ کیا کہ آواز دی گئی ہو اور شہرت دی گئی ہو، لیکن اس سے ان کی مراد وہی شہرت ہے جس پر ذبح واقع ہو، چنانچہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سورۂ بقرہ میں ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ میں ﴿بِهٖ﴾، ﴿لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ سے پہلے ہے جب کہ سورۂ مائدہ،

انعام اور نحل میں ﴿لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ پہلے ہے اور ﴿بِہٖ﴾ موخر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جگہ باء فعل کو متعدی کرنے کے لئے ہے اور اصل یہ ہے کہ باء فعل کے ساتھ متصل ہو اور دوسرے متعلقات سے پہلے ہو، اس جگہ تو باء اپنے اصل کے مطابق لائی گئی ہے، دوسری جگہوں میں اس چیز کو پہلے لایا گیا ہے جو جائے انکار ہے۔

پس ذبح بقصد غیر اللہ مقدم آمدہ۔(۱۰)

لہٰذا غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے آیا ہے۔

اب اگر ﴿اُھِلَّ﴾ سے مراد ذبح نہیں ہے تو یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ سورۂ بقرہ کے علاوہ باقی سورتوں میں غیر اللہ کے ارادے سے ذبح کرنے کا ذکر پہلے ہے، حالانکہ باقی سورتوں میں بھی ذبح کا ذکر نہیں ہے بلکہ ﴿اُھِلَّ﴾ ہی کا ذکر ہے، ثابت ہوا کہ خود شاہ صاحب کے نزدیک ﴿لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ کا مرادی معنی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا ہی ہے۔

مزید تائید کے لئے شاہ صاحب کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو، سوال یہ ہے کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے حلال ہے یا حرام؟ اس کے جواب میں شاہ صاحب فرماتے ہیں:

ذبیحہ کی حلت اور حرمت کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے، اگر تقرب الی اللہ کی نیت سے یا اپنے کھانے کے لئے یا تجارت اور دوسرے جائز کاموں کے لئے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام۔(۱۱)

غور فرمائیں کہ حضرت سید احمد کبیر کے لئے نذر مانی ہوئی گائے کو انہوں نے حرام نہیں کہا اگر محض تشہیر اور نذر لغیر اللہ موجب حرمت ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ حرام ہے یوں نہ کہتے کہ ذبح کرنے والے کی نیت اور قصد پر دارومدار ہے۔

یہ خلاصہ ہے حضرت غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی تحقیق کا، یاد رہے کہ یہ

۱۰۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، تفسیر عزیزی، البقرہ، ص۶۱۱

۱۱۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی، فارسی (مجتبائی، دہلی ۱۳۲۲ھ) ج ۱ ص ۴۱



گفتگو اس وقت ہے جب یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ عبارات حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ہیں، اور اگر ان عبارات کو الحاقی قرار دیا جائے جیسے کہ حضرت شاہ رؤف احمد نقشبندی مجددی نے فرمایا ہے تو پھر اس گفتگو کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

ذیل میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتاویٰ کی روشنی میں ایک حوالہ پیش کیا جاتا ہے جو اس مسئلہ کو سمجھنے میں مدد دے گا، شاہ صاحب فرماتے ہیں:

حاجت برآری کے لئے جو اولیاء کرام کی نذر معمول اور مروّج ہے، اکثر فقہاء اس حقیقت تک نہیں پہنچے، اسے اللہ تعالیٰ کی نذر پر قیاس کر کے شقوں کے ساتھ جواب دیا ہے کہ اگر نذر مستقل طور پر اس ولی کے لئے ہے تو باطل ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ولی کا ذکر مصرف کے بیان کے لئے ہے تو صحیح ہے، لیکن اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ اس نذر میں کھانا کھلانے، خرچ کرنے اور مال صرف کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا اپنے ذمہ لازم کیا جاتا ہے، اور یہ امر مسنون ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جیسے کہ حضرت امّ سعد وغیرہ کا حال ''صحیحین'' میں وارد ہے، پس اس نذر کا حاصل یہ ہے کہ اتنی مقدار کا ثواب فلاں کی روح کو پہنچانا مقصود ہے، اور ولی کا ذکر محل منذور کی تعیین کے لئے ہے (یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے۔۱۲ ق ن) نہ کہ مصرف بیان کرنے کے لئے، نذر ماننے والوں کے نزدیک اس نذر کا مصرف اس ولی کے متوسلین ہوتے ہیں مثلاً رشتے دار، خدام اور پیر بھائی وغیرہ، بلاشبہ نذر ماننے والوں کو مقصد یہی ہوتا ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے، اسے پورا کرنا واجب ہے، کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو شریعت میں معتبر ہے۔ ہاں اگر اس ولی کو مستقل طور پر مشکلات کا حل کرنے والا یا شفیع غالب اعتقاد کریں تو یہ عقیدہ شرک اور فساد

تک پہنچا دے گا، لیکن یہ عقیدہ الگ چیز ہے اور نذر دوسری چیز۔(۱۲)

چشمِ انصاف سے دیکھئے! عامۃ المسلمین جب یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا سیدنا غوث اعظم کے نام کا ہے تو ان کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے لئے اور اُسی کا نام لے کر ذبح کیا جائے گا اس کا گوشت بندگانِ خدا کو کھلا کر ثواب سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی روحِ پُرفتوح کو پہنچایا جائے گا، اس عمل سے بکرا کیوں حرام ہو جائے گا؟ اور وہ شخص کیوں مشرک ہو جائے گا؟ شاہ صاحب تو فرماتے ہیں کہ اگر ایسی نذر مانی گئی تو وہ نذر صحیح ہے اور اسے پورا کرنا واجب ہے۔

حضرت عالمگیر کے استاذ اور مشہور درسی کتاب "نور الانوار" کے مصنف حضرت ملّا جیون آیت مبارکہ ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے تحت فرماتے ہیں:

وَ مِنْ هٰهُنَا عُلِمَ اَنَّ الْبَقَرَةَ الْمَنْذُوْرَةَ لِلْاَوْلِیَاءِ كَمَا هُوَ الرَّسْمُ فِیْ زَمَانِنَا حَلَالٌ طَیِّبٌ (۱۳)

یہاں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ گائے جس کی نذر اولیائے کرام کے لئے مانی جائے جیسے کہ ہمارے زمانے میں رواج ہے حلال اور طیب ہے۔

(۴) اس جگہ ایک اہم بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کو مشرکین اپنے معبودوں کے لئے مختص کر دیتے تھے اور اس کی تشہیر بھی کرتے تھے تاکہ ان جانوروں کا احترام کیا جائے، قطعی بات ہے کہ وہ مشرکانہ عقیدے کی بنا پر ایسا کرتے تھے، ہمارے مخالفین کے نزدیک وہ جانور لازمی طور ﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ میں داخل ہوں گے اس کے باوجود ان جانوروں کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے تو ان کا کھانا مسلمانوں کے لئے جائز ہے، صرف یہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہ کھانے والوں کو زجر فرمائی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

۱۲۔ عبدالعزیز محدّث دہلوی، شاہ، فتاویٰ عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی)، جلد ا ص ۱۲۱، ۱۲۲

۱۳۔ ملا جیون، علامہ تفسیرات احمدیہ (مکتبہ رحیمیہ، دیو بند)، ص ۴۲



﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ﴾ (۱۴)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ ان جانوروں سے نہیں کھاتے جن پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہے۔

علامہ ابو السعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس بات کا انکار فرمایا ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسی چیز پائی جائے جو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کئے ہوئے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے کھانے سے اجتناب کا سبب ہو۔(۱۵)

اللہ اکبر! کافروں نے جن جانوروں کو مشرکانہ طور پر اپنے معبودانِ باطلہ کے لئے مختص کر دیا ہو انہیں مسلمان اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کریں تو اُن کا کھانا حلال اور عامۃ المسلمین اولیاء اللہ کے ایصالِ ثواب، فاتحہ اور نذر عرفی کے لئے مخصوص کردہ جانوروں کو اللہ تعالیٰ کے نام ذبح کریں تو ان کا کھانا حرام، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟

## علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کا فتویٰ

۱۴ جون ۱۹۹۰ء کو برادر محترم مولانا محمد عبدالغفار ظفر صابری مدظلہ بذریعہ بحری جہاز حج و زیارت کے لئے حرمین شریفین روانہ ہوئے تو راقم انہیں رخصت کرنے کے لئے کراچی گیا، ان کی واپسی پر استقبال کے لئے دوبارہ ۱۹/اگست کو کراچی جانے کا اتفاق ہوا، دونوں دفعہ آمد و رفت کے موقع پر ہوائی جہاز کے ٹکٹ کا انتظام جناب سیٹھ عرفان عمر صاحب (لاہور) نے کیا اور قیام کے لئے تاج محل ہوٹل کا کمرہ ریزرو کرایا، شمس العلوم جامعہ رضویہ، کراچی اور دار العلوم نعیمیہ، کراچی کے علماء نے پُرتپاک استقبال کیا، مولانا قاری محمد اسماعیل سیالوی اور ان کے شاگرد رشید جناب عمر فاروق

۱۴۔ ۶/۱۱۹

۱۵۔ ابو السعود، امام، تفسیر ابو سعود (احیاء التراث العربی، بیروت)، ج ۳، ص ۱۷۹

سیالوی، کیپٹن نیوی نے روانگی اور واپسی پر اتنا پُرخلوص تعاون کیا کہ اسے بھلایا نہیں جا سکتا، دونوں دفعہ کیپٹن صاحب راقم کو بحری جہاز کے اندر لے گئے اور مسلسل ساتھ تھے، اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو جزاءِ خیر عطا فرمائے۔

اسی سفر میں علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری کے بھتیجے جلیل القدر فاضل حکیم نصیر الدین مدظلہ العالی نظامی دواخانہ، شاہراہ قائدین، کراچی سے ملاقات ہوئی، دورانِ گفتگو علامۃ الہند کے غیر مطبوعہ فتوے کا ذکر آ گیا، حکیم صاحب نے بتایا کہ دار العلوم دیوبند سے ایک فتویٰ بغرض تصدیق علامۃ الہند کے پاس آیا، فتویٰ کا مضمون یہ تھا کہ اولیاءِ کرام کے لئے نامزد کیا جانے والا جانور حرام ہے، علامۃ الہند نے فرمایا: مجھے اس فتوے سے اتفاق نہیں ہے اس لئے تصدیق نہیں کر سکتا، حضرت کے شاگرد مولانا منتخب الحق (سابق صدر شعبۂ معارف اسلامیہ، کراچی یونیورسٹی) نے درخواست کی کہ اگر آپ کو اس فتوے سے اختلاف ہے تو آپ اپنا مؤقف تحریر فرما دیں، اس طرح یہ فتویٰ تحریری طور پر معرضِ وجود میں آیا۔

عبد الشاہد خان شروانی اس فتوے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

﴿وَ مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے حُرمت کے دائرہ میں ان جانوروں کو بھی داخل کر لیا جو کسی بزرگ کے فاتحہ وغیرہ کے نام سے موسوم و متعین ہو جائیں، مولانا (معین الدین اجمیری) کا مسلک شاہ صاحب کے مخالف تھا، اس پر ایک مبسوط محققانہ مضمون بھی لکھا تھا جو ضائع ہو گیا، اور روز افزوں صحت کی خرابی نے دوبارہ لکھنے کا موقعہ نہ دیا۔ (۱۶)

لازمی بات ہے اس متاعِ گم گشتہ کی بازیابی کی اطلاع سے خوشی ہوئی، حکیم صاحب نے بتایا کہ اس فتوے کی اصل کاپی عامر عثمان ایڈیٹر ماہنامہ تجلی، دیوبند بغرض اشاعت لے گئے لیکن انہوں نے یہ فتویٰ شائع نہیں کیا، البتہ اس کی فوٹو کاپی حکیم سید محمود احمد برکاتی

۱۶۔ عبد الشاہد شروانی، باغی ہندوستان (مکتبہ قادریہ، لاہور ۱۹۷۸ء)، ص ۲۱۹، ۲۲۰



(کراچی) کے پاس موجود ہے، راقم کی درخواست پر برکاتی صاحب نے ایک فوٹو کاپی مجھے فراہم کر دی۔

یہ فتویٰ باریک قلم سے لکھا گیا تھا فوٹو کاپی بھی صاف نہ تھی اس لئے اس کا پڑھنا بڑا دشوار تھا، جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور کے فاضل مدرس مولانا غلام نصیر الدین چشتی نے بڑی دیدہ ریزی سے اسے نقل کیا، مولانا حافظ محمد رمضان خوشنویس نے کتابت کی، اس طرح یہ غیر مطبوعہ فتویٰ چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔

اسی موضوع پر امام احمد رضا بریلوی کا ایک مختصر مگر جامع رسالہ ہے "سبل الاصفیاء فی حکم الذبح للاولیا"، موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر دونوں فتوے رضا اکیڈمی، لاہور کی طرف سے اکٹھے شائع کئے جا رہے ہیں (۱۷)، رضا اکیڈمی کے اراکین اور معاونین اس علمی پیش کش پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہے، مقامِ صد شکر ہے کہ رضا اکیڈمی، لاہور نے مختصر عرصے میں علمی اور اشاعتی میدان میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جن پر علمی حلقوں نے نہایت حوصلہ افزا تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

۴؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ — محمد عبد الحکیم شرف

۱۲؍نومبر ۱۹۹۱ء — قادری نقشبندی (۱۸)

۱۷۔ لیکن جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان اس کو اپنے مفت سلسلۂ اشاعت کے 171 نمبر پر شائع کر رہی ہے اور اس دونوں فتاویٰ میں سے صرف ایک فتویٰ، جسے مولانا معین الدین اجمیری قدس سرہ نے تحریر کیا، نئے سرے سے کتابت کرا کر شائع کر رہی ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا فتویٰ "فتاویٰ رضویہ" میں موجود ہے اس لئے اس سے استفادہ آسان ہے ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۱۸۔ یاد رہے کہ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی اہلسنت کے بہت بڑے جیّد عالم تھے، آپ نے اپنی زندگی علمِ دین کی خدمت میں گزار دی، ساری زندگی پڑھاتے اور لکھتے لکھاتے صرف کی، بعد میں آنے والوں کے لئے شاگردوں اور گرانقدر تصنیفات، تالیفات اور حواشی و تعلیقات وغیرہا کی صورت میں عظیم سرمایہ چھوڑ گئے، حضرت ۱۸ شعبان ۱۴۲۸ھ کو اس فانی جہان سے کوچ فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

# فتویٰ

## علامۃ الہند مولانا معین الدین اجمیری قدس سرّہٗ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّمُ علٰی رسولہ الکریم و علٰی الہٖ

و اصحابہ اجمعین

### الجواب ھو الموفّق للصواب

جب کہ ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا تو ذبیحہ حلال ہے خواہ اس کی نیت کچھ بھی ہو ذبیحہ کی حلّت و حرمت کا مدار نیت اور نذر پر نہیں بلکہ ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ'' (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے پر ہے) باستثناء ایک خاص صورت کے جس کا ذکر آئے گا اگر ذبح کے وقت یہ ہو گیا تو حلال ورنہ حرام۔

اِھلال کے معنی تمام تفاسیر میں یہی لکھے ہیں ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِكْرِ اللّٰهِ'' (بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا) لغت کی تمام کتابیں اس کی تائید میں ہیں۔ خود مُحرِّمین ذبیحہ حلال کو بھی اس کا اعتراف ہے، (۱) پھر خواہ مخواہ نیت و نذر کی بحث کو دخل دے کر محض اپنے قیاس و رائے سے اس ذبیحہ کو حرام قرار دینا جس پر ذبح کے وقت نامِ خدا ذکر کر دیا گیا، سراسر ناانصافی و کج بحثی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے ذبح کے وقت ''قول'' کا اعتبار کیا ہے یا ایسے ''فعل'' کا جو عام طور پر مشرکین کرتے تھے، نیت و نذر ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت و حرمت کے بارے میں کوئی اثر نہیں رکھتی، ''شامی'' و ''عالمگیری'' میں ہے:

۱۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے بھی اس کے معترف ہیں۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی



وَ لَوْ سُمِعَ مِنْهُ ذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى لٰكِنَّهٗ عَنٰى بِاللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ الْمَسِيْحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا تُؤْكَلُ اِلَّا اِذَا نَصَّ فَقَالَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ هُوَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (۲)

(ترجمہ) اگر نصرانی سے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام سُنا گیا لیکن اُس نے لفظ ''اللہ'' سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا تو مشائخ نے کہا ہے کہ ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے، مگر جب کہ وہ یہ تصریح کر دے کہ بنام اس خدا کے جو تین خداؤں میں سے ایک ہے تو اب ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔

دیکھئے! نیت کس قدر مشرکانہ ہے؟ کہ لفظ اللہ سے مسیح علیہ السلام کا ارادہ کیا گیا، باوصف اس کے عام طور پر فقہاء کرام ایسے ذبیحہ کی حلّت کا فتویٰ دے رہے ہیں، شیخ سدّو کے بکرے اور کبیر اولیاء کی گائے کی صورت میں صرف نامزدگی ہے لیکن ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا اور وہی اس سے مراد بھی ہے، پس یہ صورت جو ''شامی'' و ''عالمگیری'' میں ذکر کی گئی ہے اس سے زیادہ تیز ہے کہ یہاں عین ذبح کے وقت لفظ (اللہ) سے غیر اللہ مراد لیا جا رہا ہے، جب یہ ذبیحہ تک فقہاء کے نزدیک حلال ہے تو وہ ذبیحہ کیونکر حلال نہ ہوگا؟ جس کے متعلق سوال کیا گیا ہے۔

اب اس سے بڑھ کر تصریح سنئے، ''فتاویٰ عالمگیری'' جلد نمبر ۵ مطبوعہ مصر میں ہے:

مُسْلِمٌ ذَبَحَ شَاةَ الْمَجُوْسِيِّ لِبَيْتِ نَارِهِمْ اَوِ الْكَافِرِ لِاٰلِهَتِهِمْ تُؤْكَلُ لِاَنَّهٗ سَمَّى اللّٰهَ تَعَالٰى، كَذَا فِي ''التَّتَارْخَانِيَّةِ'' نَاقِلًا عَنْ ''جَامِعِ الْفَتَاوٰى'' (۳)

(ترجمہ) مسلمان نے آتش پرست کی بکری ان کے آتشکدہ کے لئے یا کسی کافر کی بکری ان کے بتوں کے لئے ذبح کی تو وہ حلال ہے، کھالی

۲۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور) جلد ۵ ص ۲۸۵

۳۔ الفتاویٰ الہندیۃ، کتاب الذبائح (نورانی کتب خانہ پشاور)، جلد ۵ ص ۲۸۶

جائے گی کیونکہ مسلمان نے ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا ہے،

ایسا ہی ''تاتارخانیہ'' میں ''جامع الفتاویٰ'' سے منقول ہے۔

دیکھئے! آتش پرست اور کافر کی بکری خاص آتشکدہ اور بتوں کے ذبح کی جا رہی ہے، باوصف اس کے فقہاءِ کرام اس کی حلّت کا فتویٰ محض اس بناپر صادر فرما رہے ہیں کہ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر دیا گیا، یہاں مسلمان محض آلۂ کار ہے، اصل نیت ونذر کافروں کی ہے جن کو وہ اپنی جانب سے تبدیل بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ بکری کسی کی اور نیت ونذر دوسرے کی، جب ایسا ذبیحہ جس میں نیت محض مشرکانہ اور غیر اللہ کی نذر کے ساتھ بتوں کا تقرب بھی ہے، محض اللہ کا نام عند الذبح لینے سے فقہاءِ کرام کے نزدیک حلال ہے تو اس سے بدیہۃً معلوم ہوا کہ وہ حلّت ذبیحہ کے بارے عند الذبح ذکر اللہ کو کافی سمجھتے ہیں اور نیت ونذر کو اس باب میں کوئی دخل نہیں دیتے وہ صرف منطوقِ قرآن کریم کے پابند ہیں اور اس سے محض وہی ذبیحہ حرام ہے جس میں غیر اللہ کا ذکر بلند آہنگی کے ساتھ لیا گیا ہو، نیت ونذر کو جب قرآن نے دخل نہیں دیا تو فقہاءِ کرام اپنی جانب سے محض قیاس اور رائے کی بنا پر نیت ونذر کا اضافہ کر کے ایک حلال ذبیحہ کو کیونکر حرام کر سکتے ہیں؟ وہ منطوق قرآن سے سرِ مُو تجاوز نہیں کرنا چاہتے۔

اسی وجہ سے نیت ونذر اور تقرب غیر اللہ کی صورتوں کو لکھ کر جن میں عند الذبح اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا گیا ہے، قرآن کریم کے اطلاق کو انہوں نے ذہن نشین کیا ہے۔

یہ مسئلہ کہ نیت وارادہ کو حِلّت وحُرمتِ ذبیحہ میں دخل نہیں عام علماءِ کرام کے نزدیک اس قدر طے شدہ ہے کہ اس پر امام رازی، ''تفسیر کبیر'' میں ایک اعتراض وارد کر کے اس کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

اَلثَّالِثُ (اَیِ الْاِعْتِرَاضُ الثَّالِثُ) اَنَّ النَّصْرَانِیَّ اِذَا سَمَّی اللّٰہَ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ بِہِ الْمَسِیْحَ فَاِذَا کَانَتْ اِرَادَتُہٗ لِذٰلِکَ لَمْ



تَمْنَعْ حِلُّ ذَبِیْحَتِہٖ مَعَ اَنَّہٗ یُھِلُّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَکَذٰلِکَ یَنْبَغِیْ اَنْ یَّکُوْنَ حُکْمُہٗ اِذَا اَظْھَرَ مَا یُضْمِرُہٗ عِنْدَ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ اِرَادَتِہِ الْمَسِیْحَ وَ الْجَوَابُ عَنْہُ اَنَّا اِنَّمَا کُلِّفْنَا بِالظَّاھِرِ لَا بِالْبَاطِنِ فَاِذَا ذَبَحَہٗ عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ وَجَبَ اَنْ یَّحِلَّ وَ لَا سَبِیْلَ لَنَا اِلَی الْبَاطِنِ (۴)

(ترجمہ) تیسرا اعتراض یہ ہے کہ جب نصرانی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مسیح علیہ السلام کا ارادہ کرے اور نیت وارادہ ذبیحہ کے حلال ہونے میں مُخِل نہیں باوصف اس کے کہ وہ غیر اللہ کا ارادہ کر رہا ہے تو چاہئے کہ اس کا حکم بھی یہی ہو جب کہ دل کی بات ظاہر کر دے (اور صراحۃً مسیح علیہ السلام کا نام لے لے) اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ظاہر کے ساتھ مکلّف ہیں نہ کہ باطن کے ساتھ، پس جب کہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لے رہا ہے تو واجب ہے کہ ذبیحہ حلال ہو اور باطن پر اطلاع ہمارا کام نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذبیحہ کی حلّت وحُرمت کا مدار ظاہر پر ہے نہ کہ باطن پر، بعض اکابر تابعین (۱) عطاء ابن ابی رباح، (۲) مکحول شامی، (۳) حسن بصری، (۴) عامر شعبی، (۵) افضل التابعین سعید ابن المسیّب، تو ظاہر کو بھی باطن کی طرح نظر انداز کرتے ہیں، ان کے نزدیک صرف وہ ذبائح حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے جائیں اور ان کے سامنے ذبح کئے جائیں وہ کہتے ہیں ﴿مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ سے ﴿ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ بتوں کے سامنے ذبح کرنا مراد ہے۔ پس جو ذبائح بتوں کے سامنے ذبح کئے جائیں گے صرف وہی حرام ہوں گے، باقی ہر ایک قسم کے ذبائح ان کے نزدیک حلال ہیں، یہاں تک کہ اگر ذبح کے وقت کوئی نصرانی مسیح علیہ السلام کا نام بھی ذکر کر دے (حضرت مسیح کی نیت تو بجائے خود رہی) تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

---

۴۔ تفسیر کبیر، جلد ۴

مِنَ النَّاسِ مَنْ زَعَمَ اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ ذَبَائِحُ عَبَدَةِ الْاَوْثَانِ الَّذِیْنَ کَانُوْا یَذْبَحُوْنَ لِاَوْثَانِهِمْ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ وَ اَجَازُوْا ذَبِیْحَةَ النَّصْرَانِیِّ اِذَا سَمّٰی عَلَیْهَا بِاسْمِ الْمَسِیْحِ وَ هُوَ مَذْهَبُ عَطَاءٍ وَ مَکْحُوْلٍ وَ الْحَسَنِ وَ الشَّعْبِیِّ وَ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ (۵)

(ترجمہ) بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے وہ ذبائح مراد ہیں جو مشرکین بتوں پر چڑھاتے تھے جیسے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ یعنی وہ جانور حرام ہیں جو بتوں پر چڑھائے گئے ہوں۔ (ان حضرات نے اپنے اسی خیال کی بناء پر) نصرانی کے اس ذبیحہ تک کو حلال قرار دیا ہے جس پر مسیح کا نام ذکر کیا جائے، یہ مذہب عطاء بن ابی رباح، مکحول، حسن بصری، شعبی، سعید بن المسیب کا ہے۔

یہ حضرات ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کو بھی حلال کہتے ہیں جس طرح اس کے برعکس عہد حاضر کے بعض علماء (جن میں یہ حضرات مفتیین بھی شامل ہیں) ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ سے متجاوز ہیں اور منطوقِ قرآنی سے انحراف کرنے والے ہیں، ان کے مقابلہ میں مذہب اعتدال ہے اور یہی مذہب جمہور علماء کرام، ائمہ عظام امام مالک، امام شافعی، امام اعظم اور ان کے اصحاب کا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب عند الذبح مسیح علیہ السلام کا نام ذکر کیا جائے تو ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق ہوگا لہٰذا وہ یقیناً حرام ہے اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حلال ہے کیونکہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کے افراد میں سے نہیں ہے اور جب اس کے افراد میں سے نہ ہو تو اس کے حلال ہونے میں کیا شبہ ہے؟ اب خواہ نیت کچھ ہی ہو۔

۵۔ التفسیر الکبیر، سورۃ البقرۃ (المطبعۃ البہیۃ المصریۃ، مصر) جلد ۵ ص ۲۳



قرآن کریم سے جس قدر سمجھا جاتا ہے، اس پر سختی کے ساتھ یہ حضرات پابند ہیں نہ پہلے گروہ کی طرح حرام کو حلال کہتے ہیں نہ دوسرے طائفہ کی طرح حلال کو حرام قرار دیتے ہیں، قرآن کریم نے ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کو حرام قرار دیا ہے، یہ حضرات بھی اس کو حرام سمجھتے ہیں، اس ارشاد کو حق تعالیٰ کے دوسرے ارشاد ﴿مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ پر حمل کر کے اس کی حلّت کا فتویٰ نہیں دیتے جیسا کہ پہلے گروہ نے کیا ہے، اور جب کہ قرآن سے (بتوں کے پاس ذبائح کے سوا) صرف ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کی حُرمت ثابت ہے تو وہ اس سے تجاوز کر کے ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کو اندرونی نیت و نذر غیر اللہ و نامزدگی کے باعث حرام کی فہرست میں داخل نہیں کرتے، جیسا کہ دوسرے طائفہ نے کیا ہے۔ ”تفسیر کبیر“ میں تحت آیۃ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ ہے:

وَ قَالَ مَالِکٌ وَ الشَّافِعِیُّ وَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَ اَصْحَابُهٗ: لَا یَحِلُّ ذٰلِکَ وَ الْحُجَّةُ فِیْهِ اَنَّهُمْ اِذَا ذَبَحُوْا عَلَی اسْمِ الْمَسِیْحِ فَقَدْ اَهَلُّوْا بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَوَجَبَ اَنْ یَّحْرُمَ (۶)

(ترجمہ) ائمہ ثلاثہ امام مالک، امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب کہتے ہیں کہ ذبیحہ مفروضہ (یعنی نصرانی عند الذبح مسیح کا نام ذکر کرے) حلال نہیں ہے۔

اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب انہوں نے ذبح کے وقت مسیح کا نام ذکر کر دیا تو انہوں نے غیر اللہ کا اہلال (یعنی بلند آہنگی کے ساتھ غیر اللہ کا ذکر) کر دیا، اس لئے ضروری ہے کہ یہ ذبیحہ حرام ہو جائے۔ ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کرام و فقہاء عظام کے نزدیک ذبیحہ کی حِلّت و حُرمت کا مدار ذکر و عدمِ ذکر پر ہے نہ کہ کسی دوسری شے پر خواہ وہ نذر ہو یا نامزدگی۔ (۷)

۶۔ التفسیر الکبیر، (المطبعۃ البہیۃ المصریۃ، مصر) جلد ۵ ص ۲۳

۷۔ اسی طرح مفتی اعظم سندھ مفتی محمد عبد اللہ نعیمی علیہ الرحمہ نے "زوال الاشتباہ فی ما أهل به لغير الله" (ص ۳۵، مطبوعہ: مکتبہ مجددیہ نعیمیہ ملیر کراچی) میں ذکر کیا ہے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جو منقول ہے اس نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کر دیا ہے۔ ''تفسیر کبیر'' میں ہے:

رُوِیَ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ اِذَا سَمِعْتُمُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی یُھِلُّوْنَ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَلَا تَاْکُلُوْا وَ اِذَا لَمْ تَسْمَعُوْھُمْ فَکُلُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَدْ اَحَلَّ ذَبَائِحَھُمْ وَ ھُوَ یَعْلَمُ مَا یَقُوْلُوْنَ (۸)

(ترجمہ) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب یہود و نصاریٰ سے ذبح کرتے وقت یہ سن لو کہ وہ غیر اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ایسے ذبیحہ کو نہ کھاؤ اور جب کہ نہ سنو تو کھا لو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبائح کو حلال قرار دیا ہے اور جو وہ کہتے ہیں اس کو حق تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اصل یہ ہے کہ اہلال کے لغوی اور اصلی معنی ''رَفْعُ الصَّوْتِ'' کے ہیں اور اس کے جمیع استعمالات میں یہ ایک قدر مشترک ہے کسی امر باطن و مخفی پر اہلال کا اطلاق نہیں ہوتا حتیٰ کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح'' کی جلد اول کتاب الحج میں ارشاد فرمایا:

اَلْاِھْلَالُ کُلُّہٗ مِنَ الظُّھُوْرِ وَ اسْتَھَلَّ الْمَطَرُ خَرَجَ مِنَ السَّحَابِ وَ مَا اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ ھُوَ مِنِ اسْتِھْلَالِ الصَّبِیِّ (۹)

قاموس جلد ۴ میں ہے:

اِسْتَھَلَّ الصَّبِیُّ رَفَعَ صَوْتَہٗ بِالْبُکَاءِ کَاَھَلَّ (۱۰)

۸۔ فتاویٰ عزیزی، بیان گاؤ سید احمد کبیر (مطبع مجتبائی، دہلی) جلد ا ص ۴۳

۹۔ بخاری شریف عربی (مجتبائی دہلی)، جلد اول، ص ۳۱۱

۱۰۔ القاموس المحیط، باب اللام فصل الہاء (مطبعہ مصطفیٰ البابی مصر)، جلد ۴ ص ۷۱



''منتہی الادب'' میں ہے:

اہلال بر آمدن ماہ نو و بآواز گریستن کودک و بر داشتن تلبیہ جز آن آواز را۔ وَ مِنْہُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾، اَیْ نُوْدِیَ عَلَیْہِ لِغَیْرِ اسْمِ اللّٰہِ (۱۱)

ان تصریحات میں اندرونی نیت و نامزدگی کی کہاں گنجائش ہے؟ اسی وجہ سے تمام تفاسیر قدیمہ میں جن پر اعتماد ہے لفظ ''اِھلال'' کی تشریح بالاتفاق ''رَفْعُ الصَّوْتِ بِذِکْرِ اللّٰہِ'' کے ساتھ کی گئی ہے جس کا اعتراف حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تک کو ہے لیکن باوصف اس کے وہ ''اِھلال'' کی بجائے نیت و نامزدگی کو اصل قرار دیتے ہیں اور قرآن کریم میں بجائے نیت، لفظ ''اِھلال'' وارد ہونے کے متعلق اپنے ''فتاویٰ'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَ اَمَّا مَا وَقَعَ فِی الْبَیْضَاوِیِّ وَ غَیْرِہٖ مِنَ التَّفَاسِیْرِ اَنَّھُمْ قَالُوْا ﴿وَ مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ﴾ اَیْ مَا رُفِعَ الصَّوْتُ بِہٖ عِنْدَ ذَبْحِہٖ لِلصَّنَمِ فَمَبْنِیٌّ عَلٰی مَا جَرَتْ عَادَۃُ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ ذٰلِکَ الزَّمَانِ کَانُوْا مُخْلِصِیْنَ فِی الْکُفْرِ وَ کَانُوْا اِذَا قَصَدُوا التَّقَرُّبَ بِذَبْحِ بَھِیْمَۃٍ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ ذَکَرُوْا عَلَیْھَا عِنْدَ الذَّبْحِ اِسْمَ ذٰلِکَ الْغَیْرِ بِخِلَافِ مُشْرِکِی الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّھُمْ یَخْلِطُوْنَ بَیْنَ الْکُفْرِ وَ الْاِسْلَامِ فَیَقْصُدُوْنَ التَّقَرُّبَ بِالذَّبْحِ اِلٰی غَیْرِ اللّٰہِ وَ یَذْکُرُوْنَ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْھَا وَقْتَ الذَّبْحِ فَالْاَوَّلُ کُفْرٌ صُوْرَتُہٗ صُوْرَۃُ الْاِسْلَامِ وَ مَا کَانُوْا یَعْتَقِدُوْنَ اَنْ لَّا طَرِیْقَ لِلذَّبْحِ اِلَّا ھٰذَا سَوَاءٌ کَانَ لِلّٰہِ اَوْ لِغَیْرِ اللّٰہِ (۱۲)

۱۱۔ منتہی الادب، باب الہا، فصل اللام (مطبعہ اسلامیہ، لاہور) جلد ۴ ص ۳۸۱

۱۲۔ فتاویٰ عزیزی، (مجتبائی دہلی)، ج ا ص ۴

مطلب یہ کہ کلام حق تعالیٰ کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ ذبیحہ بھی حرام ہے کہ جس میں غیر اللہ کی نیت یا نذر ہو لیکن ایسا عام لفظ کہ جو اس کو بھی شامل ہوتا اس وجہ سے نہ لایا گیا کہ قدیم مشرکین کا طریقِ ذبح مخصوص و مخلصانہ تھا، ایسی کوئی صورت ہویدا (ظاہر) نہیں ہوئی تھی کہ دل میں نیت غیر اللہ کی اور زبان پر ذکر اللہ کا۔ ورنہ پھر لفظ عام ارشاد فرما دیا جاتا، حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد ہماری فہم سے بالاتر ہے کیونکہ خدائے علیم و بصیر کے نزدیک حاضر و غائب و ماضی و استقبال سب ایک ہے، وہ کسی زمانہ کے مخصوص طریق پر اپنے کلام کو تنگ نہیں کرسکتا، اس نے جب قمار (جوئے) کی صورتیں ہویدا (ظاہر) ہو رہی ہیں وہ بھی اس کے مفہوم عام میں شامل ہیں، اسی طرح قیامت تک جتنی صورتیں پیدا ہوں گی وہ بھی اس مفہوم عام کے دائرہ سے نہیں نکلیں گی، قمار کہ اگر کسی مخصوص صورت پر حکمِ حُرمت ثابت ہوتا تو وہی حرام ہوتی یا کم از کم دوسری جدید صورتوں میں شک واقع ہوجاتا۔ علاوہ ازیں ہم اس کے پابند ہیں کہ النصوص تحمل علی ظواهرها، اتباعِ الفاظِ نص کی چاہئے، نہ یہ کہ کسی (مخترع) کے منشاء کے تابع نص کو کردیا جائے یوں ہوتو پھر مُلحدین و زنادقہ کے تصرفات کا باب کُھل سکتا ہے کہ وہ ہر ایک نص میں ایک سبب یا منشاء قائم کر کے الفاظِ نص میں عموم یا خصوص پیدا کرنے لگیں، یہی وجہ ہے کہ فقہاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے لفظ ''اہلال'' کے لغوی معنی (کہ اسی کا اعتبار ہے) سے سرِ مُو تجاوز نہیں کیا اور اس قسم کی رکیک (کمزور) تاویلات سے ان کا دامن پاک رہا اور اس لفظ کے ماتحت انہوں نے جزئیات قائم کئے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے اس کے متعلق نہایت عجیب تحقیق کی، چنانچہ اپنی تفسیر ''بیان القرآن'' میں لکھا:

> اکثر مفسرین نے ''اُهِلَّ'' کی تفسیر ذبح علی اسم غیر اللہ کی ہے، معلوم ہوا کہ وہی جانور مُردار ہے جس کو بجائے بسم اللہ، غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا ہو، جواب اس کا یہ ہے کہ اس تفسیر سے حصر لازم نہیں آتا بلکہ مطلق کہا جائے گا کہ حرام کا ایک فرد یہ بھی ہے، چونکہ جاہلیت میں اس کا زیادہ رواج تھا اس لئے یہ تفسیر کردی گئی، غایۃ مافی الباب یہ تفسیر مذکور دوسرے فرد سے ساکت رہے گی، سو اس میں کچھ ضرر نہیں جب کہ اور دلائل حُرمت کے موجود ہیں جن میں ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں۔ (۱۳)



اُن کے ارشاد کا یہ جملہ ''ایک تو یہی آیت ہے کیونکہ اہلال لغۃً عام ہے مطلق نامزد کردینے میں'' خصوصیت کے ساتھ یاد رکھنے کے قابل ہے، تصریحات بالا سے ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ اہلال کے معنی لغۃً ہرگز مطلق نامزد کردینے کے نہیں ہیں اور اگر یہ مسلّم بھی ہو تو پھر دوسرا فرد بھی لغۃً آیت کے تحت میں آگیا، اس سے سکوت کا کیا مطلب؟ جو حضرات کہ الفاظِ نص سے تجاوز کرجاتے ہیں اُن کی قیاس آرائیاں بھی عجیب ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ صاحب اندرونی نیت کی بناء پر ذبیحہ کو حرام ارشاد فرما کر (جو ہنوز ذبح بھی نہیں ہوئے اور اس وجہ سے اس کو ذبیحہ کہنا بھی مجاز ہے) اپنے ''فتاویٰ'' اور ''تفسیر'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

> ہرگاہ این خُبث دروے سرایت کرد، دیگر بذکر نام خدا حلال نمی شود، مانند سگ و خوک کہ اگر بنام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند

اس تصریح سے حضرت شاہ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی ایسے ذبیحہ کی حُرمت پر (کہ جس میں نیت غیر اللہ کی ہو اور عند الذبح اللہ کا نام ذکر کردیا جائے) یہ شُبہ کرے کہ اللہ کے نام کے ذکر کردینے کا بھی تو اثر ہونا چاہئے گو کہ نیت فاسد تھی تو اس کو اس طرح رفع فرماتے ہیں کہ وہ مثل سگ و خُوک (کتے و خنزیر) کے ہوگیا جس طرح

---

۱۳۔ تفسیر بیان القرآن، مجتبائی دہلی، جلد اول، ص ۸۷

انہیں نامِ خدا کا ذکر ان کی حلّت کا موجب نہیں اسی طرح یہ ذبیحہ، قبل ذبح حُرمت کے حیثیت سے خوک وسگ (یعنی خنزیر اور کتے) کے افراد میں شامل ہوگیا، گو کہ اس کی صورت بکری یا گائے کی ہے اللہ کا نام ذکر کر کے ذبح کر دے گا۔ اب اس قسم کے حرام ذبیحوں اور اکلِ حرام سے بچنا قیامت ہے، حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ (۱۴)

اور اس سے بڑھ کر کیا حرج ہوگا؟ اور اگر وارث کی لاعلمی پر یہ حلال ہوسکتا ہے تو پھر اندورنی نیت ونذر کی لاعلمی پر وہ ذبائح بھی حلال ہونے چاہئیں جن کی حُرمت کا فتویٰ ان حضرات نے دیا ہے اور نیت ونذر کو کالعدم قرار دینا چاہئے جیسا کہ فقہاء کرام اور جمہور علماء نے کیا ہے۔

مولوی اشرفعلی تھانوی نے جب دیکھا کہ عام طور پر فقہاء نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

اِنَّ الْمَدَارَ عَلَى الْقَصْدِ عِنْدَ اِبْتِدَاءِ الذَّبْحِ (۱۵)

جیسا کہ ''شامی'' و ''بحر الرائق'' وغیرہ میں مذکور ہے پہلی نیت (اگر اس کو دخل بھی ہے تو وہ) دوسری نیت سے منسوخ ہوسکتی ہے تو حضرت شاہ صاحب کی جس کی تجویز میں یہ ترمیم کرتے ہیں:

البتہ اگر اس طرح نامزد کرنے کے بعد اس سے توبہ کر لے پھر وہ حلال ہوجاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر توبہ کے بعد پھر اس سے منحرف ہوجائے تو وہ پھر حرام ہو جائے گا، اور ایک حلال بکرا نیتوں کی گوناگوں تبدیل (تبدیلیوں) سے صد ہا بار سگ و خنزیر ہوکر بدستور پھر حلال بکرا بن سکتا ہے، دیکھئے! نص سے ادنیٰ تجاوز کرنے سے کیا کیا

۱۴۔ تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی ۲۲، ۷۸/
۱۵۔ رد المحتار، کتاب الذبائح (مطبع مصطفی البابی مصر) ۵/ ۲۱۷



بوالعجب صورتیں پیدا ہو رہی ہیں؟ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نص کی پابندی کرتے ہوئے اندرونی نیت کا اعتبار نہیں کرتے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح نیت قابلِ اعتبار نہیں اس کا قبل الذبح اشتہار بھی سودمند نہیں۔

البتہ اگر عند الذبح اس کا اظہار ہوجائے تو اس کا فقہاء کرام اعتبار کرتے ہیں لیکن بغیر اعلان و اظہار وہ نیت کو کالعدم ٹھہراتے ہیں، اور قبل الذبح تو اعلان و اظہار کا بھی اعتبار نہیں کرتے، دیکھئے یہ حکم کس قدر معقول و مؤید بالدرایت ہے کہ ذبح کے پیشتر حلال جانور حلال ہی ہوتا ہے سگ وخنزیر نہیں بنتا، نہ خیالات کی تبدیلی سے جون بدلتا ہے، جو کچھ اس کا حلّت وحُرمت ہوگی وہ ذبح کے وقت ہوگی، پس وہ حلّت وحُرمت کا مدار عند الذبح پر رکھتے ہیں نہ کہ امر باطن پر اور اس میں جو غیر محدود مصالح ان کا احاطہ نہیں ہوسکتا، اور اس کے خلاف میں جس قدر مفاسد ہیں وہ بھی حد وحصر وشمار سے خارج ہیں۔

فقہاء کرام کا یہ مسلک اس پر مبنی ہے کہ ''مَدَارُ الْاَحْكَامِ عَلَى الظَّاهِرِ'' (احکام کا دارومدار ظاہر پر ہے) البتہ ظاہر میں وسعت دیتے ہیں خواہ قول ہو یا فعل، اُن کے نزدیک ذبیحۂ حرام کی کُل دو صورتیں ہیں اور جن کی تصریح نص قرآنی میں آچکی ہے۔

اول: ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾

ثانی: ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾، یعنی جو جانور بتوں کے نزدیک ذبح کیا جاوے۔

پہلی صورت میں قول ہے اور دوسری میں فعل، یعنی ایسا فعل جو اپنی ہیأۃ کذائیہ سے غیر اللہ کی تعظیم کا منظر پیش کر رہا ہو، اس صورت میں فقہاء نیت تو کیا قول تک کا اعتبار نہیں کرتے کہ فعل کا درجہ قول سے بھی بڑھا ہوا ہے۔

بتوں کے سامنے جانور ذبح کرنا ایسا فعل ہے جس سے بتوں کی بغایت تعظیم سمجھی

جاتی ہے اور یہی غایت تعظیم شرع میں عبادت قرار دی گئی ہے، پس جب کہ صراحۃً بتوں کی عبادت کا منظر سامنے آ گیا تو اب دل میں اللہ کے لئے عبادت کی نیت کرنا یا اس کی نذر کرنا حتی کہ زبان تک سے اللہ کا نام لینا اس منظر شنیع کا کیا تدارک کرسکتا ہے؟ وحدہٗ لا شریک لہٗ کہ انہوں نے اپنے فعل و کردار سے توہین کردی، محض نیت و ذکر سے اس نقصان کا کیا جبر ہوسکتا ہے بلکہ ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کی عبادت کی نیت اور اس کا ذکر خدائے تعالیٰ کے ساتھ ایک مذاق ہے اور اس کا درجہ بُت سے بھی پست کرنا ہے کہ فعل کا (جو ظاہر و محسوس ہے) تعلق بُت کے ساتھ اور اندرونی نیت و محض زبانی جمع خرچ اللہ تعالیٰ کے ساتھ، یہ بات کسی طرح شایانِ شان معبودِ حقیقی نہیں ہے۔

ایسی حالت میں خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے کے بعد ذبیحہ حرام قرار پائے گا، جس کے متعلق عقل بھی یہی فیصلہ کرتی ہے اور نص بھی صراحۃً پورے اطلاق کے ساتھ وارد ہوگئی ہے، ایسا منظر جہاں متحقق ہوگا فقہاء کرام حُرمت ذبیحہ کا حکم صادر فرمادیں گے اور اُسی پورے اطلاق کے ساتھ کہ جس طرح نص میں ہے۔

﴿مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ عام ہے اس سے کہ اس پر نام خدا ذکر کیا گیا ہو یا نہ ذکر کیا گیا ہو اس کا حکم نصِ قرآنی میں یہ ہے کہ ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی ایسی ذبیحہ حرام ہے۔

فقہاء کرام بھی نص کی اتباع کرتے ہوئے اسی کے قائل ہیں اور اس کی تصریح کرتے ہیں کہ ایسی حالت میں نام خدا بھی اگر ذکر کردیا جائے تو ذبیحہ حرام ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ فعل سے ایسا منظر پیشِ نظر ہوجاوے جو ﴿مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ کا صحیح مصداق ہو۔

فقہاء کرام کے نزدیک صنم (بت) کا انحصار سنگ کی مخصوص صورتوں میں نہیں ہے بلکہ ہر ایک غیر اللہ جس کی تعظیم و پرستش اللہ تعالیٰ کی طرح کی جائے وہ ان کے



نزدیک صنم ونُصب کا مصداق ہے خواہ وہ کوئی ہو، کوئی بادشاہ (۱۶) وامیر ہو یا کوئی قبر ہو، وہ کسی کا استثناء نہیں کرتے، بناءً علیہ وہ تصریح کرتے ہیں کہ وہ ذبائح حرام ہیں جو قبور کے سامنے ذبح کئے جاویں (۱۷)، نہ اس وجہ سے کہ یہاں کوئی اندرونی نیت فاسد ہے، یا فاسد نیت کا پہلے اشتہار ہوا بلکہ اس وجہ سے حرام قرار دیتے ہیں کہ یہ فعل مشرکین کے افعال کے ساتھ پوری مشابہت رکھتا ہے اور اس فعل سے بداہۃً تعظیم قبر سمجھی جاتی ہے ایسی حالت میں اگر ذابحین (ذبح کرنے والوں) کی نیت نیک بھی ہو اور وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ذبح کریں اور ساتھ اس کے اللہ تعالیٰ کا نام بھی ذکر کردیں، تب بھی فقہاء کرام اس ذبیحہ کو حرام قرار دیں گے، ذبیحہ کی حلّت وحرمت میں اگر محض نیت کو دخل ہوتا تو وہ ایسے ذبیحہ کو حلال سمجھتے، حالانکہ تمام فقہی کتابیں ایسے ذبیحہ کی حُرمت کا فیصلہ کررہی ہیں جیسا کہ ''درمختار'' وغیرہ کی تصریحات ہیں کہ ایسا ذبیحہ عند الذبائح خدائے تعالیٰ کا نام ذکر کرنے پر بھی حرام ہی ہوگا، اندرونی نیت تو بجائے خود رہی، خود محرمین ذبیحۂ حلال (۱۸) بھی اس ذبیحہ کو حلال نہیں کہتے اگرچہ نیت، صالح اور نیک ہو اور خاص خدا کے تعالیٰ کے لئے ذبح کیا گیا ہو۔

پس جب کہ نیت کا یہ حضرات بھی اعتبار نہیں کرتے اور محض قبر پر ذبح ہونے کو علتِ حُرمت قرار دیتے ہیں تو ان کو کیا حق ہے کہ محض اپنے عقلی قیاس کی بنا پر نیت و نامزدگی کو دخل دے کر ذبیحہ حلال کو حرام گردانیں۔

---

۱۶۔ جہاں ان کی عبادت مروج ہو یا جو قوم ان کی عبادت کرتی ہو اور اس میں معروف ہو۔۱۲

۱۷۔ بشرطیکہ وہاں علاقہ میں یا ذابحین میں قبروں کی عبادت مروج ہو ان صورتوں کے بغیر یہ فعل ظاہر منظر پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بداہۃً متحقق ہوسکتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مرتد ہیں اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ ذبح سے قبل تقرُّب لغیر اللہ کے پائے جانے سے ارتداد متحقق ہو جاتا ہے۔۱۲ محمد عبدالقیوم قادری ہزاروی

۱۸۔ یعنی حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

اصل یہ ہے کہ بعض افعال، بغیر لحاظ نیت ایسے ہیں کہ ان کو شرع مطہر نے علامتِ تکذیب و انکار قرار دیا ہے جب ان افعال کا صدور ہو جائے گا حکم انکار و تکذیب صادر کر دیا جائے گا گو کہ دل میں حقیقۃً انکار و تکذیب بلکہ شرک سے آلودگی تک نہ ہو، ''شرح عقائد نسفی'' میں ہے:

فَلَوْ حَصَلَ هٰذَا الْمَعْنٰی (اَیِ التَّصْدِیْقُ الْقَلْبِیُّ) لِبَعْضِ الْکُفَّارِ کَانَ اِطْلَاقُ اِسْمِ الْکَافِرِ عَلَیْهِ مِنْ جِهَةِ اَنَّ عَلَیْهِ شَیْئًا مِّنْ اَمَارَاتِ التَّکْذِیْبِ وَ الْاِنْکَارِ کَمَا لَوْ فَرَضْنَا اَنَّ اَحَدًا صَدَّقَ بِجَمِیْعِ مَا جَاءَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ وَ اَقَرَّ بِهٖ وَ عَمِلَ بِهٖ وَ مَعَ ذٰلِکَ شَدَّ الزُّنَّارَ بِالْاِخْتِیَارِ اَوْ سَجَدَ لِلصَّنَمِ بِالْاِخْتِیَارِ نَجْعَلُهٗ کَافِرًا لِمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ جَعَلَ ذٰلِکَ عَلَامَةَ التَّکْذِیْبِ وَ الْاِنْکَارِ (۱۹)

(ترجمہ) اگر یہ ''ایمان'' قلبی تصدیق بعض کافروں کو حاصل ہو جائے تو کافر کا اطلاق اس پر اس وجہ سے ہوگا کہ تکذیب و انکار کے علامات اس میں پائے جاتے ہیں، مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ کسی شخص نے اُن تمام اُمور کی تصدیق کی جو حضور اکرم ﷺ لائے ہیں اور اُن کی تصدیق و اقرار کیا اور ان پر عامل بھی ہو اور باوصف اس کے اپنے اختیار سے زُنار باندھا اور بُت کو سجدہ کیا تو ہم اس کو کافر قرار دیں گے کیونکہ نبی ﷺ نے ان اُمور کو تکذیب و انکار کی علامت قرار دیا ہے۔

دیکھئے! تصدیق قلبی اور نیت خالصہ صالحہ و اقرار لسان کوئی چیز ان میں سے اس کے مومن بنانے میں کارآمد نہ ہوئی جب کہ ایسا فعل وہ اختیار کئے ہوئے ہے کہ جو انکار و تکذیب کی علامت ہے۔

۱۹۔ شرح العقائد النسفیہ، بحث الایمان (مطبع شوکت الاسلام، قندھار، افغانستان)، ص ۹۰



اسی طرح عین قدومِ امیر کے وقت جانوروں کا ذبح کرنا ایسا فعل ہے جو بداہۃً اس کی غایتِ تعظیم کا منظر سامنے پیش کر دیتا ہے، یہ ایسا ہے جیسے کسی رئیس کی آمد پر سلامی کی توپ داغنا، کہ اس قسم کے افعال سے رئیس کی تعظیم ہی سمجھی جائے گی خواہ نیت کچھ ہی ہو اور تاویل کچھ ہی پیش کی جائے کہ توپ چلانے سے مقصد کھیت گیدڑوں کا دفع کرنا تھا، اس قسم کی تاویلات جس طرح یہاں مفید و کارآمد نہیں ہیں، اسی طرح قدومِ امیر کے وقت عند الذبح خدا کا نام لینا تک اُس ذبیحہ کو حلال نہیں کر سکتا جب کہ ایسا فعل نمودار ہو گیا جو غایتِ تعظیم امیر پر دلالت کر رہا ہے، اسی منظر تعلیم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے فقہائے کرام عام طور پر یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

لَوْ ذَبَحَ عِنْدَ قُدُوْمِ الْاَمِیْرِ

یہ کسی نے تحریر نہیں کیا کہ

لَوْ ذَبَحَ لِلْاَمِیْرِ

کیونکہ محض امیر کی خاطر جانور ذبح کرنا اور شئے ہے اور اس کے عین استقبال کے وقت اس کے سامنے دھڑ ادھڑ جانوروں کو ذبح ہونا وہ منظر پیش کر دیتا ہے جو مشرکین بتوں کے سامنے کیا کرتے تھے، اس وجہ سے فقہاء نے اس صورت کو ''مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ'' کے افراد میں شمار کر کے علی الاطلاق حکمِ حُرمت صادر فرمایا، یہاں سوال نیت کا نہیں ہے بلکہ یہاں مدِ نظر فعل ہے۔

مُحرِّمین ذبیحۂ حلال (۲۰) کو یہ محسوس فعل نظر نہ آیا اور اس لئے انہوں نے حِلّت و حُرمت ذبیحہ کے بارے میں نیت و نامزدگی اختراع فرمالی اور اس بنا پر غیر اللہ کے ساتھ نامزد جانور کو حرام ارشاد فرما گئے، جس پر عند الذبح اللہ کا نام ذکر کیا گیا ہے اور فرمانے لگے کہ یہاں ذکر اللہ بھی مفید نہیں ہے، ہم کہتے ہیں یہاں آپ کی نیت صالح بھی مفید نہیں۔

صورت مسئولہ میں آپ کے زعم کے مطابق حِلّتِ ذبیحہ میں نیت مؤثر تھی لیکن

۲۰۔ یعنی، ذبیحہ کو حرام قرار دینے والے۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

یہاں نیت بھی مؤثر نہیں ہے ورنہ صاف ارشاد فرما دیجئے کہ ذبح علی القبور و ذبح عند قدوم الأمیر کے وقت اگر نیت خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو وہ ذبیحہ حلال ہے، اور اگر ایسا ارشاد فرمانے میں اس وجہ سے تامل کریں کہ یہاں فعل نے نیت وذکر سب کو کالعدم کر دیا ہے تو اس صورت نے آپ کے اس کلیہ کو بھی درہم برہم کر دیا ہے کہ:

مدارِ حلّ وحُرمتِ ذبیحہ بر قصد ونیت ذابح است

(ترجمہ) ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے۔

باوصف اس کے یہ آپ حضرات کی معصومیت ہے کہ ''درمختار''، ملفوظات حضرت مُجدِّد الف ثانی وغیرہ سے ایسی تصریحات قلمبند فرما گئے جو بجائے آپ کے، ارباب حق کو مفید ہو گئیں، جو کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مدار قول پر ہے اور بعض میں مدار فعل پر ہے اور اس وجہ سے ذبیحۂ مسئولہ حلال ہے۔

نہ عذرِ امتحانِ جذبِ دل کیسا نکل آیا
میں الزام اُن کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اس کے علاوہ اس صورت مفروضہ پر غور کیجئے کہ ایک شخص نے خالصاً اللہ تعالیٰ ایک جانور ذبح کرنے کا ارادہ کیا اور عند الذبح سہواً غیر اللہ کا نام بلند آہنگی کے ساتھ نکل گیا، فرمایئے یہ حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو نیت کالعدم ہو گئی جو مُحرِّمین ذبیحۂ حلال (۲۱) کے نزدیک مدار حلّت وحُرمت تھی، دوسرے یہ کہ اہلال بمعنی نیت ونامزدگی نہ رہا بلکہ بمعنی رَفعُ الصَّوت رہ گیا جس کے فقہاء کرام اور ارباب حق قائل تھے، اور اگر اس کو حلال ارشاد فرماتے ہو (دراں حالیکہ آپ حضرات کے سوا تمام اُمت محمدیہ کا اتفاق ہے کہ یہ حرام ہے کیونکہ یہ ﴿مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ کا مصداق ہے) تو پھر جس طرح ذبیحۂ مسئولہ کو (جو حلال ہے) آپ نے حرام قرار دے دیا ہے اسی طرح ذبیحہ کو جو

۲۱۔ حلال ذبیحہ کو حرام قرار دینے والوں۔ ۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی



مِصداق آیت کریمہ حرام ہے حلال قرار دے لیجئے تاکہ یہ حلّت آپ کی حُرمت کا کفارہ ہو جائے اور اگر آپ یہ ارشاد فرما دیں کہ نیت صرف حرام کر سکتی ہے، حلّت میں اس کو دخل نہیں، تو پھر آپ کی یہ اصل غلط ہو جائے گی کہ ''مدارِ حلّ وحُرمتِ ذبیحہ قصد ونیت ذابح است'' اس قسم کی دشواریاں اُن کو پیش آتی ہیں جو جادۂ حق سے مُنحرِف ہو جاتے ہیں۔

فقہاء کرام اور ان کے متبعین ارباب حق کو کوئی مشکل درپیش نہیں، ان کے نزدیک ہر دو آیت کریمہ ﴿وَ مَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ﴾ ﴿وَ مَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ﴾ دونوں عام ومطلق ہیں، ان ہر دو آیت کے ماتحت انہوں نے مدار قول وفعل پر رکھا ہے جب نیت کا آیت میں ذکر نہیں ہے تو وہ اس کا کیوں لحاظ کرتے؟ اور جب لحاظ نہیں ہے تو نیت کی مطابقت وعدمِ مطابقت کا سوال ہی درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ اب صرف واقعہ کی صورت حال باقی رہ جاتی ہے اور اس میں کوئی دشواری نہیں، اس قول وفعل کی تقسیم پر (کہ جو ہر دو آیت کی بناء پر ہے) تمام خلفشار دُور ہو جاتا ہے اور فقہاء کرام کی عبارات میں تناقض باقی نہیں رہتا۔

اسی طرح ایک دوسرا تناقض بھی اٹھ جاتا ہے کہ فقہاء کرام نے نذر غیر اللہ کو حرام قرار دیا ہے ایسا کرنے والے کو ملعون تک لکھا ہے، ایسے فعل کو وہ شرک بھی لکھتے ہیں باوصف اس کے اس ذبیحہ کو حلال کہتے ہیں جس میں اللہ کا ذکر ہو اور لفظ ''اللہ'' سے مراد مسیح ہو، ان کے نزدیک وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جس میں مسلمان اللہ کا نام لینے والا محض آلۂ کار ہو اور نیت ونذر کافر کی جس کی تصریحات گزر چکی ہیں، یہ کیا تناقض وخلط مبحث ہے؟ لیکن اس میں نہ درحقیقت خلط مبحث ہے نہ تناقض۔ البتہ مُحرِّمین ذبیحۂ حلال نے ضرور خلط مبحث کیا ہے اور تناقض ان کے فہم کی بناء پر ہے نہ کہ واقع میں۔

فقہاء کرام فقہاء ہیں وہ فعل اور عین میں فرق کرتے ہیں، ذبح اور ذبیحہ کو ایک نہیں سمجھتے، ذبح ذابح کا فعل ہے، ذبیحہ ذابح کا فعل نہیں ہے، بلکہ وہ ایک عین قائم

بالذات ہے، ان کے نزدیک ذبیحہ کی حلّت وحُرمت اور چیز ہے اور خود ذابح کا فعل غیر اللہ یا اللہ کے لئے ذبح یا نذر للہ یا لغیر اللہ دوسری شئے ہے۔

جب ذابح کے فعل سے بحث کریں گے تو اسی کے متعلق احکام ذکر کریں گے اور ذبیحہ کی حلّت وحُرمت یا اس کے اَکل (کھانے) کی حلّت وحُرمت کو نظر انداز کردیں گے، اسی طرح جب حلّت وحُرمتِ ذبیحہ پر قلم اٹھائیں گے تو ان کے پیشِ نظر صرف ذبیحہ ہوگا، فعلِ ذابح قلم انداز کردیں گے، اس مقام پر عام طور پر الفاظ ''یؤکل'' اور ''لا یؤکل'' ذکر کرتے ہیں، تاکہ یہ ذہن نشین ہوجائے کہ یہاں مقصد اَکلِ ذبیحہ اور عدم اُکلِ ذبیحہ ہے، فعلِ ذابح سے بحث نہیں کہ وہ حلال ہے یا حرام۔ اس کو علیحدہ مستقل طور پر ذکر کریں گے، یا ایک کو قصدی طور پر اور دوسرے کو ضمنی طریق سے ادا کریں گے لیکن دونوں کے احکام میں خلطِ مُبحث نہیں کریں گے اور نہ ایک کا حکم دوسرے کو دیں گے۔

ان کی یہ عادت تمام مسائل میں ہے، ایک مسئلہ فقیہ سے یہ بات ذہن نشین ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے کسی دوسرے شخص کی کوئی قیمتی شے غصب کرلی اور بجائے اس شئے کے واپس کرنے کے اس کی قیمت ادا کردی تو فقہاء کرام یہ حکم صادر کرتے ہیں کہ غاصب قیمت ادا کرنے کے بعد شئے کا مالک ہوجائے گا ان کے اس فیصلہ میں نکتہ یہ ہے کہ ایک شخص دونوں چیزوں (۱) شئے، (۲) قیمتِ شئے، کا مالک نہیں ہوسکتا جب مَغْصُوْب مِنْہُ سے شئے کی قیمت لے لی تو بالضرورۃ شئے اس کی ملک سے نکل کر غاصب کی ملک میں آجانا چاہئے، ورنہ پھر مَغْصُوْب مِنْہُ عوض ومعوض عنہ دونوں کا مالک ہو جائے گا، اس صورت میں عوض، عوض رہے گا نہ قیمت، قیمت قرار پائے گی۔

ان کے اس فیصلہ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ غصب کو جائز مانتے ہیں، اُن کے نزدیک غصب بالکل ناجائز وحرام ہے لیکن جب کسی نے یہ ناجائز فعل اختیار کرلیا اور قیمت دے دی اور مَغْصُوْب مِنْہُ نے قیمت وصول کرلی تو اس کا حکم بیان کرنا ضروری



ہے، غصب کے ناجائز ہونے سے غاصب کا تملک ناجائز نہیں ہوسکتا، غصب کی سزا کا وہ ضرور مستحق ہے لیکن شئے کا وہ مالک ہوگیا جب کہ سابق مالک نے اس کی قیمت لے لی، نکاحِ فاسد، فاسد وحرام ہے لیکن ...... اولاد کا نسب صحیح وثابت مانا جائے گا۔

نماز، دارِ مغصوبہ میں اگر پورے ارکان کا لحاظ کر کے ادا کی گئی ہے تو وہ صحیح و درست ہے، اس کی قضا واجب نہیں لیکن ملکِ غیر کو اتنے وقت تک بغیر اس کی اجازت کے اپنے تصرّف میں رکھنا سراسر ناجائز ہے۔

پس اس میں کوئی استبعاد نہیں کہ نذر غیر اللہ ناجائز حرام بلکہ شرک ہو لیکن ذبیحہ حلال ہو، اسی طرح ذابح کافر ومشرک ہو لیکن ذبیحہ حلال طیب۔ ذبیحۂ اہلِ کتاب کو عام فقہاء حلال کہتے ہیں اور اس سے شاید مُحرّمین ذبیحۂ حلال کو بھی انکار نہ ہوگا حالانکہ ذابح کافر ہے، پس ذابح کے کفر اور مشرکانہ نیت کا اثر خود اس کی ذات پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر۔

یہ حضرات یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ فعل ذابح جب کہ ناجائز حرام ہے تو ذبیحہ کو بھی ناجائز وحرام ہونا چاہئے، اسی وجہ سے ذبیحہ کی حُرمت کے سلسلہ میں نذر غیر اللہ اور تقرّب غیر اللہ کی حُرمت کی تصریحات بے دلیل بے تکان نقل کرتے گئے ہیں حالانکہ ان افعال کو اربابِ حق بھی ناجائز وحرام بلکہ شرک کہتے ہیں، یہ درحقیقت ان حضرات کی سادہ لوحی وفقدانِ تمیز ہے ورنہ ایسا کون ہے جو تقرّب غیر اللہ کو جائز قرار دیتا ہو۔

لطف یہ کہ سوال ذبیحہ کی حلّت وحُرمت کے متعلق تھا اور یہ ذابح کے افعال کے متعلق جواب دے رہے ہیں، رسمِ افتاء سے بھی یہ حضرات ناواقف ہیں، ان کے نزدیک صحتِ افعال اور ان کی مقبولیت میں بھی فرق نہیں، ریاکاری کی نماز مقبول نہیں اس کو فقہاء وصوفیہ نے شرکِ خفی سے تعبیر کیا ہے، باوصف اس کے اگر ارکان پورے طور پر ادا کئے گئے ہیں تو نماز صحیح ہے اس کا اعادہ واجب نہیں، فقہاء صحتِ نماز کا حکم دیں گے اور اس کو واجب الاعادہ نہ کہیں گے، رہی اُس کی نماز کی قبولیت وہ امرِ آخر ہے اس سے

جب سوال ہوگا تو اس کا بھی یہی جواب ہوگا کہ ایسی نماز مقبول نہیں۔

پس فعل ذبح کے مقبول ہونا یا مردود ہونا اور چیز ہے اور ذبیحہ کا قابلِ اکل (۲۲) ہونا یا نہ ہونا شئی دیگر ہے، اسی طرح نیت کا اثر فعل ذبح پر ہوگا نہ کہ ذبیحہ پر، نیت اگر مؤثر بھی ہوتی ہے تو افعال میں نہ کہ اعیان میں کہ زندہ بکری کو سگ و خوک بنا دے، قبیح نیت سے افعال میں ضرور قبح پیدا ہو جائے گا نہ یہ کہ حیوانات کے ''جون'' بدلنے میں اس کو دخل ہوگا۔

نیت کی اس تاثیر کو ارباب حق مانتے ہیں لیکن ذبح میں نہ کہ ذبیحہ میں کہ یہ خلاف نص قرآنی ہے، مُحرِّمین ذبیحۂ حلال کے طور پر تو صرف خالص مسلم کا ذبیحہ حلال ہے جو ظاہراً اور باطناً مسلم ہو اور ذبح کے وقت نہیں بلکہ خریداری کے وقت اس کی نیت خالص بوجہہ الکریم ہو اور ذبح بالکل جائز ہو گویا ذبح، ذابح اور ذبیحہ حُسن و قبح و حُرمت میں متلازم ہیں اس طور پر کہ ذبائح اہل کتاب و منافقین سب نا جائز ہوں گے، حالانکہ منافقین کے ذبائح عہد اقدس میں عام طور پر کھائے جاتے تھے اور اہل کتاب کے ذبائح کی حلّت کا انکار مُحرِّمین ذبیحۂ حلال کو بھی نہ ہوگا۔

اور جب یہاں تک تنزل اختیار کیا جا سکتا ہے تو محض ان عبارات کے لانے سے کیا فائدہ؟ جس میں تقرب لغیر اللہ کو شرک اور ایسے تقرب کرنے والے کو مرتد اور کافر قرار دیا گیا ہے، ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک وہ کافر ہے مرتد ہے (۲۳)، لیکن اس سے ذبیحہ کے اکل وعدم کا کوئی علم نہ ہوا اور نہ ان میں اس کی کوئی صراحت ہے۔

صرف فعل ذابح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے، اب رہا مسئلۂ اکل (۲۴)، اس کا جواب تشریح طلب ہوگا کہ غیر اللہ کا نام عند الذبح لیا گیا ہے تو حرام۔ اور

۲۲۔ یعنی کھانے کے قابل ہونا۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی

۲۳۔ اگر ذبح کرنے والا مرتد ہو تو اللہ کے نام سے ذبح کرے تب بھی ذبیحہ حرام ہوگا، کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں رہا۔۱۲، محمد عبد القیوم قادری ہزاروی

۲۴۔ یعنی، کھانے کا مسئلہ۔۱۲ محمد عطاء اللہ نعیمی



اگر اللہ کا نام لیا ہے تو حلال۔ رہا ذابح کا ارتداد و کفر اور اس کے ذبح کی مقبولیت و مردودیت یہ امر آخر ہے، اس سے سوال قیامت میں ہو جائے گا۔

محتسب را درونِ خانہ چہ کار

اس سے معلوم ہوا کہ منطق وفلسفہ سے جاہل ہونا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ شریعت حقہ سے واقفیت کمال ہے، اگر یہ کمال حاصل ہے تو اس قسم کی بدتمیزیاں ظاہر نہ ہوں گی لیکن اگر علمِ دین کی واقفیت نہیں ہے تو محض منطق وفلسفہ سے جاہل ہونا کیا کام دے سکتا ہے؟

یہ واضح رہے کہ جس طرح حرام ذبیحہ کو حلال قرار دینا قبیح و بُرا ہے، اسی طرح ذبیحۂ حلال کو محض اپنی رائے سے حرام قرار دینا بھی قبیح ہے۔